حضرت مجدّ دِالفِ ثانیؒ اور احیائے سنت

——— ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن

امت کی تاریخ کے ہر دور میں کچھ ایسی شخصیات گزری ہیں جنھوں نے دین کے احیاء وتجدید، معاشرہ کی اصلاح اور اعلائے کلمۃ اللہ کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان کے گہرے اثرات سماج کے ہر طبقہ میں محسوس کیے گئے ہیں۔ ایسی ہی ایک اہم شخصیت شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی ہے، جنھوں نے گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہندوستان کے پر آشوب دور میں اہم اور نمایاں تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان کے کام کو اس قدر شہرت ملی کہ ان کا لقب 'مجدد الف ثانی' ان کے اصل نام پر غالب آ گیا۔

سولھویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہندوستان میں مغل شہنشاہ اکبر کے ایجاد کردہ 'دینِ الٰہی' کی فتنہ سامانیاں اپنے عروج پر تھیں۔ شاہی سرپرستی میں اس کا تسلسل اکبر کے جانشیں جہاں گیر کے دور میں بھی جاری رہا۔ مجدّد الف ثانی کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ درباری حلقوں، فوج اور امراء اور سربرآوردہ طبقہ میں اپنی اصلاحی مساعی جاری رکھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا اور عوام کے ساتھ حکم رانوں کی بھی اصلاح ہوئی۔

اس مقالہ میں شیخ احمد سرہندی کی تجدیدی خدمات کے ایک خاص پہلو (احیائے سنت اور ردِّ بدعات) پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (معاون مدیر)

حضرت مجدّد الف ثانیؒ - مختصر سوانح

حضرت مجدّدؒ کا نامِ نامی احمد، لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات تھی۔ والد کا نام عبدالاحد تھا۔ آپ حنفی المذہب اور نقشبندی سلسلۂ طریقت وتصوف کے امام تھے، جو تمام

سلاسلِ تصوف کا جامع ہے۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب ستائیس واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کی ولادت شبِ جمعہ ۱۴؍شوال المکرّم ۹۷۱ھ مطابق ۲۶ جون ۱۵۶۴ء کو سرہند میں ہوئی۔ سنۂ ولادت لفظِ خاشع سے برآمد ہوتا ہے۔

آپ نے بچپن میں تھوڑے ہی عرصے میں قرآن کریم حفظ کرلیا، بعد ازاں اپنے والد ماجد سے تحصیلِ علوم میں مشغول ہوگئے۔ ان کی توجہ سے آپ کو علومِ متداولہ پر اس قدر عبور حاصل ہوا کہ بڑے بڑے دقیق مسائل اور ادق عبارتوں کو بہ سہولت حل فرمادیا کرتے تھے۔ علومِ متداولہ میں والد ماجد کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں مولانا کمال الدین کشمیری، شیخ یعقوب کشمیری، قاضی بہلول بدخشانی جیسے علوم وفنون کے آفتاب وماہتاب شامل ہیں۔ سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ مسندِ تدریس پر متمکن ہوئے۔ مختلف ممالک سے سیکڑوں طلبا کا آپ کی جانب رجوع ہونے لگا۔ رات دن درس وتدریس کا حلق سجتا اور حدیث وتفسیر کا مشغلہ جاری رہتا تھا۔ اس دوران آپ کی درس گاہِ تعلیم وتربیت سے کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔

اسی دوران آپ کو اکبرآباد کے علماء وفضلاء کی شہرت کا علم ہوا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ چند ہی روز میں وہاں آپ کی ایسی شہرت ہوئی کہ بڑے بڑے علماء حدیث وتفسیر کی سند آپ سے حاصل کرنے میں اپنی سعادت سمجھنے اور آپ سے شرفِ تلمذ کو باعثِ فخر جاننے لگے۔ اس دوران آپ کی خدمت میں بہت سے علماء وفضلاء حاضر ہوئے اور اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کی شہرت سن کر اور آپ کے علم وفضل سے متاثر ہوکر ابوالفضل اور فیضی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حد درجہ اخلاص کا اظہار کیا۔

اسی زمانے میں فیضی نے اپنی مشہورِ عالم بے نقط تفسیر 'سواطع الالہام' لکھنی شروع کی تھی۔ ایک مقام پر پہنچ کر وہ عاجز ہوگیا۔ بہت سے علماء سے مشورہ کیا، مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ مجبور ہوکر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے درخواست کی۔ آپ کو اگرچہ اس سے قبل اس طرز کی عبارت لکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا، مگر اس کی درخواست پر اس مقام کے مناسب ایک صفحہ نہایت فصیح وبلیغ بے نقط عبارت میں تحریر فرمایا۔

۱۰۰۱ھ کے لگ بھگ ایران میں شاہ عباس صفوی حکم راں تھا۔ اس نے لوگوں کو جبراً شیعہ بنانے کی مہم شروع کی تھی۔ عبدالمومن خان ازبک والیٔ توران سے، جو نہایت نیک اور صحیح العقیدہ مسلم حکم ران تھا، اس کی اسی بنا پر جنگ ہوئی اور شاہ عباس صفوی کو شکست اٹھانی پڑی۔ ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک رسالہ 'ردِّ روافض' تحریر کیا۔ اندازہ ہے کہ یہ ۱۰۰۲ھ میں تحریر ہوا تھا۔ اس رسالے کا نام اکثر کتابوں میں 'ردِ مذہبِ شیعہ' یا 'ردِّ روافض' آتا ہے۔ اس کا تاریخی نام 'کوائفِ شیعہ' ہے۔ اس سے قبل غالباً ۹۹۴ھ میں آپ ایک رسالہ 'اثبات النبوۃ' کے نام سے تحریر فرما چکے تھے۔ پھر ۱۰۰۸ھ میں آپ نے رسالہ تہلیلیہ تحریر فرمایا۔ کچھ عرصہ آپ کا قیام اکبرآباد میں رہا، پھر آپ کے والد آپ کو اپنے ساتھ واپس سرہند لے گئے۔ اسی اثناء میں جب آپ کا گزر شہر تھانیسر سے ہوا تو وہاں کے رئیس سلطان نے آپ کو نہایت اعزاز و اکرام سے اپنا مہمان بنالیا اور اپنی نیک فطرت صاحب زادی کا عقد آپ سے فرمادیا۔ اندازہ ہے کہ یہ تقریب ۹۹۸ھ میں انجام پائی۔

اکبرآباد سے واپسی اور شادی کے بعد حضرت مجدد اپنے والد ماجد کی خدمت اور ان سے اکتسابِ فیض میں مشغول ہوگئے۔ جب ان کی رحلت کا وقت آیا تو انھوں نے حضرت مجدد کو سلسلۂ سہروردیہ و چشتیہ و قادریہ میں خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنا جانشین نام زد کردیا۔

۱۰۰۷ھ میں آپ کے تیسرے صاحب زادے اور جانشین خواجہ محمد معصوم کی ولادت ہوئی۔ اسی دوران آپ کی مولانا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی، جو آپ کے پرانے احباب میں سے اور حضرت باقی باللہؒ کے مخلصین میں شامل تھے۔ انھوں نے خواجہ صاحب کے مناقب بیان کیے اور کہا کہ اس وقت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں آپ جیسا کوئی اور بزرگ صوفی نظر نہیں آتا۔ آپ نے ان کے ہم راہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری دینے کا فیصلہ کیا۔ حاضری کے وقت خواجہ باقی باللہ آپ کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور آپ کی بلند استعداد اور اعلیٰ قابلیت ملاحظہ فرما کر آپ کو اپنے پاس ٹھہرنے کی پیش کش کی۔ آپ نے وہاں قیام کا ارادہ فرمالیا۔ یہ قیام ڈھائی ماہ تک

رہا۔ اس دوران آپ حضرت خواجہ سے بیعت ہوئے اور توجہاتِ عالیہ سے مشرف ہوکر تھوڑے ہی عرصے میں تمام مقاماتِ بلند سے سرفراز فرمادیے گئے۔ آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا اس قدر اعتماد حاصل ہوا کہ انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں، جسے ایک دوست کے نام تحریر فرمایا تھا، اپنے اس مریدِ خاص کی بابت یہ بلند مرتبہ رائے ظاہر فرمائی:

> ’’اہلِ سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد بڑے عالم فاضل ہیں، جو کہ قوتِ عمل سے متصف ہیں، فقیر نے چند روز ان کی صحبت میں نشست و برخاست کرکے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا۔ وہ ایک چراغ ہیں جو بہت عالم کو منور کریں گے۔‘‘

خواجہ باقی باللہؒ نے جب حضرت مجددؒ کو ہر اعتبار سے کامل پایا تو نسبت خاصہ عطا کرکے آپ کو خلافت واجازتِ کاملہ سے سرفراز فرمایا اور ماہِ رجب ۱۰۰۸ھ میں آپ کو واپس سرہند جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لاکر طالبین کی تربیت اور سالکین کی ہدایت میں مشغول ہوگئے اور قلیل مدت میں ہزاروں طالبانِ حق اس چشمۂ فیوض سے سیراب ہوئے۔

حضرت مجددؒ کے کارِ تجدید کا آغاز اصحابِ علم کی تصریحات کے مطابق ۱۰۱۱ھ سے ہوا۔ اس کے دوسرے سال خواجہ باقی باللہؒ کا دہلی میں وصال ہوگیا۔ اس سانحے نے آپ کو رنجیدۂ خاطر کردیا۔ آپ دہلی جانے کے لیے عازم سفر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر مزار کی زیارت کی، مخدوم زادوں اور متعلقین سے تعزیت اور انھیں صبر کی تلقین کی، پھر چند روز دہلی میں قیام فرماکر واپس سرہند تشریف لے آئے۔ اس کے بعد آپ نے ۲۳ سال تک احیائے سنت، ازالۂ بدعت اور مسلمانوں کے رشد وہدایت کے فرائض انجام دیے۔ بالآخر یہ آفتابِ ہدایت، جس کی ضیا پاش کرنوں سے ہزاروں افراد نے براہ راست اکتسابِ فیض کیا اور لاکھوں کروڑوں افراد آج تک بالواسطہ مستفیض ہورہے ہیں، بروز منگل، ۲۸؍صفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰؍دسمبر ۱۶۲۴ء بوقتِ چاشت غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مکتوبات

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا معرکہ آرا کارنامہ آپ کے مکتوبات ہیں۔ ان کی

مجموعی تعداد پانچ سو چھتیس ہے۔ آپ نے اصلاح و تربیت کا جو حیرت انگیز انقلاب برپا کیا اور تجدیدِ دین کا جو فریضہ انجام دیا، اس میں آپ کی دو خصوصیات کا اہم کردار ہے۔ ایک آپ کی بے مثال قوتِ عمل ہے، دوسرے آپ کے مکتوبات ہیں۔ یہ مکتوبات نہ صرف تصوف بلکہ علوم و معارف اور نکات و اسرار کے عالم گیر ذخیرے میں خاص امتیاز رکھتے ہیں اور اپنی تاثیر، ادب وقوتِ انشا، زورِ عبارت وسلاستِ بیان، برجستگی و روانی عبارت کے اعتبار سے فارسی ادب میں بھی نہایت بلند پایہ اور انفرادی شان کے حامل ہیں۔ ان کے مطالعے سے جہاں مختلف موضوعات پر حضرت مجددؒ کے خیالاتِ عالیہ سامنے آتے ہیں وہیں اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عقائدِ حقّہ، شریعت وطریقت، اخلاق ومعرفت، سنت و بدعت اور سیاست ومعاشرت پر آپ کی کس قدر گہری نظر تھی اور آپ نے اسلامی علوم و معارف کا کس قدر دقّتِ نظر سے مطالعہ کیا تھا۔

یہ مکاتیب تین دفتروں (حصوں) پر مشتمل ہیں۔ پہلے حصے میں تین سو تیرہ مکاتیب ہیں۔ اسے آپ کے خلیفہ مولانا یار محمد بدخشی طالقانیؒ نے ترتیب دیا ہے۔ اس کی تاریخ اختتام 'دارالمعرفت' ہے۔ دوسرا حصہ ننانوے مکاتیب پر مشتمل ہے۔ اسے آپؒ کے خلیفہ مولانا عبدالحیٔ حصاری شادمانیؒ نے مرتب فرمایا۔ اس کا تاریخی نام 'نور الخلائق' تجویز ہوا۔ تیسرا حصہ ایک سو چودہ مکاتیب پر مشتمل اور آپؒ کے خلیفہ مولانا محمد ہاشم کشمیؒ کا ترتیب کردہ ہے۔ اس کا تاریخی نام 'معرفت الخلائق' ہے۔ بعد میں اس میں مزید دس مکاتیب کا اضافہ کردیا گیا۔ اس طرح اب یہ حصہ ایک سو چوبیس مکاتیب پر مشتمل ہے۔[1]

عہدِ مجدّدی کے مذہبی حالات

اس میں شک نہیں کہ سنت کا احیاء کرنے اور مخلوقِ خدا کو شریعت پر گام زن کرنے کے لیے، نیز اس راستے میں وقتاً فوقتاً در آنے والی خامیوں اور کم زوریوں کو دور کرنے کے لیے مسلمان مفکرین، علماء اور مشائخ کی مساعی اپنے اپنے عہد کے تقاضوں کے مطابق ہر دور میں جاری رہی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اسلام بحمد اللہ آج اپنی اسی شکل

میں باقی اور موجود ہے، جس شکل میں نبی عربی ﷺ لے کر تشریف لائے تھے۔ مگر حضرت مجدد الف ثانیؒ کا کارنامہ محض نفاذ شریعت اور احیائے سنت نہیں، بلکہ اس سے کہیں بڑا ہے۔ اس کا صحیح ادراک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سنت اور شریعت کے حوالے سے اس عہد کے حالات کا جائزہ لیا جائے۔ چوں کہ ہمارا اصل موضوع حضرت حضرت مجددؒ کی تحریک کے ایک خاص پہلو احیائے سنّت اور ردِّ بدعت کا جائزہ لینا ہے، اس بنا پر ہم اس عہد کے حالات کی طرف محض اشارے کریں گے، تاکہ آج کا طالب علم اس عہد میں ان کی مساعی کو صحیح تناظر میں دیکھ سکے اور ان کی وقیع خدمات کا صحیح معنیٰ میں ادراک کر سکے۔

اس مقصد کے لیے ہم یہاں چند حوالے آئینِ اکبری سے پیش کریں گے۔ یاد رہے کہ اس عہد کے احوال و آثار پر سب سے اہم دستاویز اس عہد کے ایک عینی شاہد اور اس دور کے حالات و واقعات کے ایک اہم کردار ملا عبدالقادر بدایونی کی 'منتخب التواریخ' ہے، مگر چوں کہ ملا عبدالقادر بدایونی اکبر اور اس کی لادینیت کے سخت ناقد ہیں، اس لیے آج کے بعض مؤرخین اور ان کی تحریروں سے متاثر بعض صحیح الفکر اہل قلم منتخب التواریخ کے بعض بیانات کی ثقاہت پر حرف گیری کرتے ہیں۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ ان کے یہ 'تحفظات' کس قدر درست ہیں، مگر ہمارے یہ اہل قلم اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ خود حضرت مجددؒ کے مکاتیب بھی منتخب التواریخ کے بیانات کی شہادت دیتے ہیں۔ ان دونوں کے بیانات کو سر دست ہم زیر بحث لائے بغیر محض چند اشارے آئینِ اکبری سے کرتے ہیں، جس کی حیثیت 'اعتراف' کی سی ہے کہ وہ ابوالفضل کی تالیف ہے، جسے اکبر کے عقلِ کل اور نفسِ ناطقہ کی حیثیت حاصل تھی:

> ''فرماتے ہیں کہ ظاہری مراسم جن کو نو آئین الٰہی کہتے ہیں، یہ غافل افراد کی بیداری کے لیے ہے، وگرنہ خداوند کریم کی ثنا و عبادت دل سے ادا ہوسکتی ہے نہ کہ جسم سے۔[۲]
>
> فرماتے ہیں کہ پیروی میں درد دل کی شناخت کرنا اور لوگوں کی حاجت روائی کرنا ہے نہ کہ صرف ڈاڑھی کا بڑھا لینا اور خرقہ کپڑے کے ٹکڑوں سے تیار کرنا اور

واعظانہ ہیئت میں نمودار ہوکر ہنگامہ آرائی کرنا۔۳ے
فرماتے ہیں کہ کاش علوم رسمی کے ماہرین کے اس قدر اختلافات گوش زد نہ ہوتے اور ان کے اختلافات وتغیرات سے تفاسیر واحادیث اس قدر مقام تعجب نہ بن جاتے۔۴ے
فرماتے ہیں کہ جو شخص خلوص اور قلبی صفائی کے ساتھ میرے قوانین کو قبول کرلے تو وہ بالیقین ظاہری و باطنی مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوگا۔۵ے
فرماتے ہیں کہ آفتاب کی سلاطین کے حال پر ایک خاص عنایت ہے۔اسی وجہ سے اس کی عبادت خدا کی عبادت خیال کی جاتی ہے، لیکن کوتاہ بین شخص بدگمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔۶ے
عوام کس لیے سیہ دل دولت مندوں کی اپنے نفع کی غرض سے عزت کرتے ہیں اور اپنی نابینائی کی وجہ سے اس چشمۂ نور کے احترام میں کوتاہی کرتے ہیں اور عبادت گزار پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اگر خود ان کی عقل پر آفت نہ آگئی ہے تو سورۃ والشّمس کیوں فراموش کردی گئی۔۷ے
فرمایا کہ احمد کیش میں دختر کو میراث میں کم حصہ دیا جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ دختر بوجہ اپنی کم قوتی کے زیادہ کی سزاوار ہے اور یہ امر محض اس وجہ سے ہے کہ وہ شوہر کے گھر میں جاتی ہے اور میراث بےگانہ افراد کے گھر میں پہنچ جاتی ہے۔۸ے
فرماتے ہیں کہ مجھے اس امر کا سخت تعجب ہے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں قرآن کی تفسیر رائج نہ ہوئی۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کے مفہوم و مطالب میں اختلاف نہ پیدا ہوتا۔۹ے
فرماتے ہیں کہ قدماء کا قول ہے کہ سخت ترین بلیّات پیمبروں پر نازل ہوئیں اور اس کے بعد اولیاء پر اور اسی صورت سے درجہ بہ درجہ جملہ صالحین پر۔ مجھے اس امر کا یقین نہیں ہوتا کہ ان مقبولانِ بارگاہِ ایزدی پر کیوں اس قدر بلیّات نازل کی گئیں۔ علمائے ظاہر کی ایک جماعت نے عرض کیا کہ یہ محض خدا کی آزمائش تھی۔ جہاں پناہ اس سے بے حد متعجب ہوئے اور فرمایا کہ آزمائش دانائے پوشیدہ و

آشکارا کے لیے کیوں کر مناسب خیال کی جا سکتی ہے۔۱۰

فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے فرزندوں کے نام صالحین کے نام پر رکھے دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ امر حصول برکت کی غرض سے ظہور میں آتا ہے، مگر دراصل ادب سے دوٗر ہے۔ تعجب خیر امر یہ ہے کہ جو لوگ تناسخ کے قائل نہیں ہیں وہ اس امر کے زیادہ ترکوشاں ہیں اور اہل ہند جو تناسخ کے قائل ہیں وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں۔۱۱

فرماتے ہیں کہ اگر سور کی حرمت کا باعث اس کی بے عزتی ہے تو لازم ہے کہ شیر یا مثل اس کے دوسرے جانور حلال ہوں۔۱۲

فرماتے ہیں کہ مجھے انسان کے اس فعل پر سخت تعجب ہوتا ہے کہ خردسال لڑکوں سے، جو فرائض کے بارے میں سبک دوش ہیں، ختنہ کی سنت کو لازمی جانتے ہیں۔۱۳

فرماتے ہیں کہ قدیم کتب سماوی میں مرقوم ہے کہ گناہ گارانِ سلف کی صورتیں بندر اور سور کی شکلوں میں تبدیل ہوگئی ہیں۔ یہ بھی ایک نادر الوجود اور تعجب خیر امر ہے۔۱۴

فرماتے ہیں کہ انسان اپنے معدے کو جانوروں کا قبرستان بنائے، یہ فعل نامناسب ہے۔۱۵

فرماتے ہیں کہ جب کہ باز کی خوراک بہ جز جانوروں کے گوشت کے دوسری نہیں ہے یہی سبب ہے کہ اس کی کم عمری اس کی گوشت خوری کی مکافات ہے۔ انسان جو اپنی بے شمار خورش کی موجودگی کے باوجود گوشت کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا، آخرکار اس کا کیا حال ہوگا۔۱۶

فرماتے ہیں کہ ہر انسان پر لازم ہے کہ ہر سال ماہِ ولادت میں گوشت نہ کھائے، تاکہ خدا کی عبادت ادا ہو اور سال عمدگی سے گزر جائے۔۱۷

فرماتے ہیں کہ قصاب اور ماہی گیر اور مثل ان کے دیگر اشخاص، جن کا پیشہ جاں شکنی ہے، ان کی جماعت کو عام آبادی سے علیحدہ کر دیا جائے اور ان سے ملنے والوں سے تاوان وصول کیا جائے۔۱۸

فرماتے ہیں کہ سلاطین کے دیدار کو لوگ خدا کی پرستش جانتے ہیں اور اس کو تمامی مخلوق ظل اللہ جانتی ہے۔ ان وجوہ سے بالیقین اس کا دیدار خدا کی عبادت کا

سرمایہ ہے اور سائے کو اس کے مالک سے جدا نہ خیال کرنا چاہیے۔ ۱۹ے

میرا خیال ہے کہ یہ چند اشارے اس عہد کی تصویر کشی کے لیے کافی ہیں۔ غور کیا جائے تو 'دینِ الٰہی' کی وہ تمام تفاصیل، جو ملا عبدالقادر بدایونی نے بیان کی ہیں، آئینِ اکبری میں بھی موجود ہیں۔

اختصار کی غرض سے یہاں صرف 'می فرمودن' سے چند اقتباسات درج کیے گئے ہیں۔ مزید مطالعے کے لیے آئین اکبری کے دوسرے اہم ترین باب 'آئین راہ نمونی' سے رجوع کرنا مناسب ہوگا۔

حضرت مجدّدؒ کی فکر مندی

ان حالات کا حضرت مجدّدؒ کو کس شدت سے احساس تھا، اس کی چند جھلکیاں دکھانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ ہم ان کی خدمات کی اہمیت اور حالات کی سنگینی کا احساس کر سکیں۔ ایک مکتوب میں اپنے عہد کے حالات کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اسلام کی غربت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کافر کھلّم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمّت کرتے ہیں، بے خوف و خطر ہر کوچے و بازار میں کفر کے احکام جاری اور اہلِ کفر کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے روک دیے گئے ہیں، اور شریعت کے احکام بجالانے کی صورت میں ان کی مذمت اور ان پر طعنہ زنی کی جاتی ہے۔ بیت:
>
> پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
> بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست
> پری تو رُخ کو چھپائے ہے دیو ناز کرے
> یہ حال دیکھ کے حیرت سے ہوش جاتے رہے
>
> **سبحان اللہ وبحمدہ** (اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اس کی تعریف ہے) عقل مندوں نے کہا ہے کہ **الشرع تحت السیف** (شریعت تلوار کے نیچے ہے) اور

شرع شریف کی رونق بادشاہوں کے ساتھ وابستہ ہے (اور اب) قضیہ برعکس ہوگیا ہے اور معاملہ بدل گیا ہے۔ ہائے افسوس صد افسوس!!''[۲۰]

اور اس کے بعد کے زمانے میں لکھے گئے ایک مکتوب میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:

''آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ صدی میں اہلِ اسلام کے سر پر کیا کیا (مصیبتیں) گزری ہیں۔ گزشتہ صدیوں (یعنی ابتدائے اسلام) میں نہایت قلت و غربت کے باوجود اہلِ اسلام کی خرابی و تباہی بھی اس سے زیادہ نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر اور کفار اپنے طریقے پر قائم تھے۔ آیت کریمہ **لکم دینکم ولی دین** (الکٰفرون:٦) (تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین) میں اسی حقیقت کا بیان ہے اور گزشتہ صدی میں کفار غلبہ پا کر دارِ اسلام میں کھلّم کھلا کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان اسلامی احکام کے جاری کرنے سے عاجز تھے اور اگر وہ (ایسا) کرتے تھے تو قتل کردیے جاتے تھے۔ ہائے ہلاکت، ہائے مصیبت، ہائے افسوس اور غم! حق تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے والے تو ذلیل و خوار تھے اور آپ کے منکر لوگ عزت والے اور معتبر تھے۔ مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی ماتم پُرسی کرتے تھے اور مخالف دشمن ہنسی مذاق کے ساتھ اُن کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گم راہی کے پردہ میں چھپا ہوا تھا اور حقانیت کا نور باطل کے پردوں میں گوشہ گیر ہوگیا تھا۔''[۲۱]

بدعات کا رد

بدعات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مکتوب میں مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ کو اپنے عہد میں بدعات کی فراوانی اور اس صورت حال پر اپنے اضطراب کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''اسلام اس زمانے میں غریب (یعنی بے یار و مددگار) ہوگیا ہے اور مسلمان بھی بے یار و مددگار ہوتے جارہے ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا اور بھی زیادہ

غریب و بے کس ہوتے جائیں گے، حتیٰ کہ زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا **وتقوم الساعة علی شرار الناس** (اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوجائے گی) سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت کے زمانے میں ترک شدہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مروّجہ ومعمولہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کردے۔ یہ وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو ہزار سال گزر چکے ہیں اور قیامت کی علامتوں نے پرتو ڈالا ہوا ہے۔ (یعنی علاماتِ قیامت ظاہر ہونا شروع ہوگئی ہیں) اور عہدِ نبوت سے دور ہونے کے باعث سنت پوشیدہ ہوگئی ہے اور کذب وجھوٹ پھیل جانے کی وجہ سے بدعت جلوہ گر ہورہی ہے۔ اب ایک ایسے شاہ باز جواں مرد کی ضرورت ہے جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو مٹانے کا باعث ہے۔ (آں حضرت ﷺ کا یہ فرمان) آپ نے سنا ہوگا **مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ** (جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد کی) لہٰذا پورے ارادے اور کامل ہمت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت جاری ہوجائے اور بدعتوں میں سے کوئی بدعت دور ہوجائے۔ ہر زمانے میں اور خصوصاً اس ضعفِ اسلام کے زمانے میں احکام اسلام کو قائم کرنا سنت کو رواج دینے اور بدعت کی تخریب کرنے پر وابستہ ہے۔ گزشتہ زمانے کے لوگوں نے شاید کسی بدعت میں کوئی حسن دیکھا ہوگا جس کی وجہ سے بعض افرادِ بدعت کو انھوں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ لیکن یہ فقیر اس مسئلے میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا۔ بلکہ سوائے ظلمت و کدورت کے اس میں کچھ محسوس نہیں کرتا۔ آں حضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ **کل بدعة ضلالة** (ہر بدعت گمراہی ہے) اسلام کے اس غربت وضعف کے زمانے میں جب کہ سلامتی سنت کے بجالانے پر موقوف ہے

اور خرابی بدعت کے ارتکاب میں ہے، خواہ کوئی بھی بدعت ہو، ہر بدعت کو پھاوڑے کی طرح جانتا ہے جو بنیادِ اسلام کو گراتی ہے۔ اور سنت کو اس روشن ستارے کی طرح دیکھتا ہے جو گم راہی کی تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حَسَن کہنے کی جرأت نہ کریں اور کسی بدعت پر عمل کرنے کا فتویٰ نہ دیں، اگرچہ وہ بدعت ان کی نظروں میں صبح کی سفیدی کی طرح ہی روشن ہو، کیوں کہ سنت کے ماسوا میں شیطان کے مکر وفریب کو بڑا غلبہ ودخل ہوتا ہے۔ گزشتہ زمانے میں جب کہ اسلام قوی تھا اس لیے بدعت کی ظلمات کو برداشت کرسکتا تھا۔ اس وقت شاید نور اسلام کی روشنی میں بعض بدعتوں کی ظلمات بعض اشخاص کو نورانی معلوم ہوتی ہوں، جس کی وجہ سے ان پر حسنہ کا حکم لگایا ہو، اگرچہ درحقیقت ان میں کسی قسم کا حسن اور نورانیت نہیں تھی۔ مگر اس وقت، جب کہ اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کی ظلمتوں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اس وقت متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ ہر وقت کے احکام علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت پورا عالم ظہور بدعت کی کثرت کی وجہ سے بحرِ ظلمات کی طرح نظر آرہا ہے اور سنت کا نور اپنی غربت وقلت کے باعث اس بحرِ ظلمات میں کرم ہائے شب افروز (جگنوؤں کی طرح) محسوس ہورہا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت میں اور اضافہ کررہا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا جاتا ہے۔ سنت پر عمل کرنا ظلمت کو کم کرنے اور نورانیت کو زیادہ کرنے کا باعث ہے"۔[۲۲]

حقیقت یہی ہے کہ بدعات کا معاملہ واقعتاً بڑا سنگین اور ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ درحقیقت ایک بدعت کا آغاز ایک سنت کا اختتام ہے اور ایک بدعت کی ترویج ایک روایتِ سنت کا انہدام ہے، جب کہ سنت نورِ نبوت ہے، جس سے جہانِ شریعت روشن اور منوّر رہے، اس کے برعکس بدعت وہ فکری وعملی گم راہی ہے جس سے ظلمتوں کے سوا کسی اور چیز کا کشید کرنا ممکن نہیں۔ حضرت مجددؒ نے ان حقائق کی جانب جابجا متوجہ فرمایا ہے،

اور اس سلسلے میں اپنے مکتوبات میں بے شمار مقامات پر پوری جرأت سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ایک مکتوب میں بدعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ہماری نصیحت بس یہی ہے کہ احکامِ دین بجا لائیں اور حضرت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اختیار کریں۔ سنتِ سنیّہ کو بجالائیں اور بدعتِ نامرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگر چہ بدعت صبح کی سفیدی کے مانند روشن ہو، لیکن حقیقت میں اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں اور نہ ہی کسی بیمار کے لیے اس میں شفا ہے اور نہ ہی کسی مرض کی اس میں دوا ہے۔ اور یہ بات اس میں کیسے ہو سکتی ہے جب کہ بدعت دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو وہ سنت کو دؤر کرنے والی ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں وہ بالضرور سنت پر ایک زائد چیز ہوگی، جو درحقیقت اس (سنت) کو منسوخ کرنے والی ہوگی، کیوں کہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو، سنت کو دؤر کرنے والی اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کا خیر اور کوئی حسن نہیں ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ انھوں نے دین کامل اور اسلام پسندیدہ میں، جب کہ نعمت مکمل ہو چکی، بدعت محدثہ کے حسن ہونے کا حکم کس طرح دیا؟ یہ نہیں جانتے کہ کمالِ دین اور اتمام رضا کے حاصل ہونے کے بعد دین میں بدعت (کوئی نیا کام) پیدا کرنا حَسَن سے کوسوں دور ہے۔ **فماذا بعد الحق الا الضلال** (یونس:۳۲) (حق کے بعد گم راہی کے سوا کیا ہے)۔ اگر یہ لوگ (اہل بدعت) جانتے کہ دین کامل میں امور محدثہ (نئے کام) کو حَسَن کہنا دین کے کامل نہ ہونے کو لازم آتا ہے اور نعمت کے ناتمام ہونے پر دلالت کرتا ہے تو ہرگز اس قسم کی باتوں کی جرأت نہ کرتے''۔[۲۳]

بدعت کے ضمن میں ایک مغالطہ یہ عام ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ۔ یہ تقسیم بہ جائے خود ایک ایسی گم راہی ہے جو مزید گم راہیوں کے جنم لینے کا باعث بنتی ہے۔ حضرت مجددؒ بدعت کی اس تقسیم سے اتفاق نہیں کرتے، بلکہ

بالکلیہ اسے سختی کے ساتھ رد کرتے ہیں، جیسا کہ سطور بالا میں مذکور طویل اقتباس میں تفصیل کے ساتھ یہ بحث مذکور ہے۔

ایک اور مکتوب میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ ہر بدعت سیئہ ہے۔فرماتے ہیں:

''بعض علماء کہتے ہیں کہ بدعت دوقسم کی ہے: حسنہ اور سیئہ (یعنی نیک اور بد)۔ بدعتِ حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو کہ آں حضور اور آپ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیھم الصلوٰۃ اتمھا ومن التحیات اکملھا کے بعد ظاہر ہوا ہو اور رافعِ سنت نہ ہو (یعنی سنت کو دوٗر کرنے والی نہ ہو)۔اور بدعتِ سیئہ وہ ہے جو رافعِ سنت ہو (یعنی سنت کو دوٗر کرنے والی ہو) مگر یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حُسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا، اور سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض کوئی نیا عمل (بدعت) آج اپنی ضعفِ بصارت کی وجہ سے تازہ اور خوش نما معلوم ہوتا ہے تو کل (یعنی روزِ قیامت) جب نظر تیز ہوجائے گی تو سوائے نقصان اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور
صبحِ محشر ، روز روشن کی طرح
رات تیری سب عیاں ہوجائے گی

حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات فرماتے ہیں: **من أحدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ** (جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ قابل رد ہے)۔ بھلا جو چیز کہ مردود ہو اُس میں حُسن (بھلائی) کہاں سے آئے گا۔ اور آں حضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ** (اس کے بعد واضح ہو کہ بہترین کلام، کلام اللہ ہے، اور بہترین طریقہ و سیرت حضرت محمد

ﷺ کا طریقہ وسیرت ہے، اور بدترین چیز دین میں نئی باتیں (بدعتیں) ہیں، اور ہر بدعت گم راہی ہے)۔

نیز آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **أوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة و إن کان عبداً حبشیاً فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیّین، تمسّکوا بها وعضّوا علیها بالنواجذ وایّاکم ومحدثات الامورِ فان کلّ محدثةٍ بدعةٌ وکل بدعة ضلالةٌ** (میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (اپنے حاکم کی بات) سنو اور اس کی تابع داری کرو، اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عن قریب بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیّین کی سنت کو لازم پکڑو، اور اس کو (ہاتھوں سے) بہت مضبوط تھامو، اور دانتوں سے پکڑو، اور نئے پیدا شدہ امور سے بچو، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گم راہی وضلالت ہے)۔ لہٰذا جب دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گم راہی و ضلالت ہے تو پھر بدعت میں حسن (بھلائی) تلاش کرنے کے کیا معنیٰ؟! نیز احادیثِ شریفہ سے جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے، بعض کی کوئی تخصیص نہیں (یعنی یہ بدعتِ حسنہ ہے اور یہ سیئہ) لہٰذا ہر بدعت سیئہ ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **ما أحدث قوم بدعةً الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة** (جب کوئی قوم بدعت جاری کرتی ہے تو اُس سے اس جیسی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے، پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعت کے جاری کرنے سے بہتر ہے)۔ اور حضرت حسان (بن ثابتؓ) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”**ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیهم الیٰ یوم القیامة**“ (کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی، مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی

ایک سنت ان میں سے اُٹھالیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا)۔۲۴

ایک مکتوب میں بدعت کو ظلمت و کدورت قرار دیتے ہوئے اسے 'حسنہ' سمجھنے والوں کو قرآن کریم کے مفہوم سے لاعلم قرار دیتے ہیں۔فرماتے ہیں:

''سنتِ سنیہ (روشن و بلند سنتیں) علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کردیا ہے اور ملتِ مصطفویہ علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو امورِ محدثہ (نت نئے کام) کی گندگیوں نے ضائع کردیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات (دین میں نئی نئی باتیں) کو امور مستحسنہ (نیک کام) جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم (پورا ہونے) کو تلاش کرتے ہیں اور ان امور کے بجالانے کی ترغیبیں دیتے ہیں ھداھم اللہ سبحانہ الی سواء الصراط (اللہ سبحانہٗ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے) کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل ہو چکا ہے اور نعمت خداوندی پوری ہوچکی ہے اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہوچکی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدۃ:۳) (آج میں نے دین کو تمھارے لیے کامل کردیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کردیا اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا) پس ان محدثات (بدعات) سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیۂ کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے۔۲۵

محفل میلاد

آپ نے بدعات کے بارے میں اجمالی طور پر اظہار خیال کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بہت سی بدعات کو علیٰحدہ علیٰحدہ وضاحت کے ساتھ متعین کرکے ان کو اختیار

کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں میلاد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

''آپ نے 'مولود خوانی' کے بارے میں تحریر کیا تھا کہ ''خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے اور نعت ومنقبت کے قصائد (خوش الحانی کے ساتھ) پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ ممنوع تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف کو تبدیل وتحریف کیا جائے اور نغمے کے مقامات کی رعایت کو لازم جاننا اور الحان کے طریق پر آواز کو پھیرنا اور شعر کے مناسب تالیاں بجانا، جو شعر میں بھی غیر مباح ہیں۔ لیکن اگر اس طریقے پر پڑھا جائے کہ قرآنی کلمات میں کوئی تحریف واقع نہ ہو اور قصائد کے پڑھنے میں بھی مذکورہ شرائط محقق نہ ہوں اور اس کو صحیح مقصد کے لیے تجویز کیا جائے تو کیا ممانعت ہے؟''۔ میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ جب تک اس دروازے کو مطلق طور پر بند نہ کریں گے اس وقت تک بوالہوس باز نہیں آئیں گے۔ اگر تھوڑا سا بھی جائز کریں گے تو بہت تک پہنچ جائے گا۔ مشہول مقولہ ہے قلیله یفضی الی کثیرہٖ (تھوڑا زیادہ کی طرف لے جاتا ہے) والسلام۔ ۲۶

نوافل کی باجماعت ادائی

نوافل کی جماعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ اس زمانے میں اکثر خواص وعوام نوافل کے ادا کرنے میں تو بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور فرض نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور ان (فرائض) میں سنن ومستحبات کی رعایت بھی بہت کم کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو فرائض کو مستحب وقتوں میں ادا کرتے ہوں، جماعتِ مسنونہ کی تکثیر (کثرت) میں بلکہ نفس جماعت کی بھی کوئی پابندی نہیں کرتے اور نفس فرائض کو غفلت وسستی کے ساتھ ادا کرنے کو غنیمت جانتے ہیں، لیکن عاشورا (دسویں محرم) کے دن اور شبِ برأت اور ماہِ رجب کی ستائیسویں شب اور ماہِ مذکور (رجب) کے اول جمعہ کی شب کو،

جس کا نام انھوں نے لیلۃ الرغائب (ماہِ رجب کی پہلی شبِ جمعہ) رکھا ہے، نہایت اہتمام کر کے نوافل کو بہت بڑی جمعیت کے ساتھ باجماعت ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک و مستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ (نوافل کو اہتمام کے ساتھ باجماعت ادا کرنا) شیطان کا مکروفریب ہے، جو کہ سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔......پس اسلام کے والیوں، قاضیوں اور محتسبوں پر لازم ہے کہ اس طرح کے اجتماع سے (لوگوں کو) منع کریں اور اس بارے میں بہت ہی زجر و تنبیہ کریں، تاکہ یہ بدعت جس سے فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے، جڑ سے اکھڑ جائے۔[۲۷]

اخروی کامیابی کا مدار اتباع شریعت پر ہے

بدعات عام طور پر اسی وقت رواج پاتی ہیں جب شریعت کا علم اور اس کے تقاضوں پر عمل کم زور ہو جاتا ہے، خصوصاً اہلِ تصوف اگر علمِ دین سے کما حقہ بہرہ ور نہ ہوں تو اس خرابی کے در آنے کے زیادہ امکانات ہو جاتے ہیں۔ حضرت مجددؒ حکیم وقت تھے۔ وہ نفس کے ان چور راستوں سے بہ خوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ آپ نے ان پر تنبیہ فرمائی ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اصل جز شریعت ہے، اسی پر اخروی کامیابی کا مدار ہے جو اصل کامیابی اور مومن کا مقصود ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے بغیر نجاتِ اخروی ممکن نہیں۔ فرماتے ہیں:

''نجات کا طریقہ اور چھٹکارے کا راستہ اعتقاد و عمل میں صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ استاد اور پیر کو بھی اسی غرض سے پکڑتے ہیں، تاکہ وہ شریعت کی طرف رہ نمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت کے اعتقاد و عمل میں آسانی اور سہولت پیدا ہو، نہ کہ مرید جو چاہیں کریں اور جو کچھ چاہیں کھائیں پیران کے لیے سپر بن جائیں اور ان کو عذاب سے بچالیں۔ یہ محض ایک دھوکہ اور آرزو ہے، کیوں کہ ایسا خیال کرنا ایک نکمّی اور بے کار آرزو ہے۔ وہاں (محشر میں) کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہ کر سکے گا اور جب

تک عمل پسندیدہ نہ ہوں گے کوئی اس کی شفاعت نہیں کرے گا اور عمل پسندیدہ اس وقت ہوں گے جب کہ شریعت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ شریعت کی متابعت کے ہوتے ہوئے اگر کوئی لغزش اور قصور اس سے سرزد ہوگا تو اس کا تدارک شفاعت سے ہوسکے گا۔'' ۲۸

ایک اور مقام پر حضرت مجددؒ نے شریعت اور تصوف کے مابین تقابل کرتے ہوئے شریعت کی حقیقت کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور تصوف سے وابستگان کے تصوف کے بارے میں غلو اور ان کی بعض غلط فہمیوں کا رد کرتے ہوئے متابعت انبیاء علیہم السلام کی جانب توجہ دلائی ہے، جو دراصل سنت پر عمل کی تاکید کے ہم معنیٰ ہے۔ فرماتے ہیں:

''کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے، تصوف کے متعلق نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے احکام بجالانے پر منحصر ہے۔ انبیاء **صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیھم** نے، جو کہ تمام کائنات میں سب سے بہتر ہیں، (اپنی اپنی) شریعتوں کی طرف دعوت دی ہے، اور نجات کا انحصار اسی پر رہا ہے۔ اور ان بزرگوں کی پیدائش سے مقصود شریعتوں کی تبلیغ ہے۔ پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے، خصوصاً ایسے زمانے میں، جب کہ اسلامی شعائر (نشانات وارکان) بالکل مٹ گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کے راستے میں کروڑوں روپیہ خرچ کرنا بھی شرعی مسائل میں سے کسی ایک مسئلے کو رواج دینے کے برابر نہیں ہے۔ کیوں کہ اس فعل (شرعی مسائل کی ترویج) میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا ہے، جو کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں اور اس فعل میں ان بزرگوں کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے کامل نیکیاں انھی بزرگوں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑوں روپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگوں کے علاوہ دوسروں کو بھی میسر ہے۔'' ۲۹

حضرت مجددؒ اور غیر مسلم مفکرین

احیائے سنت اور ردِّ بدعات کے سلسلے میں حضرت مجددؒ کی مساعی اور ان کی علمی اور عملی کاوشوں کا غیر مسلم مفکرین نے بھی اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فری لینڈ ایبٹ (Dr Freeland Abbot) نے ان کے کارناموں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ وہ ایک مقام پر لکھتا ہے:

''اس میں شک نہیں کہ شیخ احمد کے اثرات نہایت ہی شان دار تھے۔ آپ نے تبلیغ وارشاد سے، بحث ومباحثے سے اور رسل و رسائل کے ذریعے اہم امرائے مملکت کو یہ باور کرایا کہ ہندوستان میں اسلام کے اندر بہت سی بدعات داخل ہوگئی ہیں، ان کو ترک کردینا چاہیے اور اسلام کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔''[۳۰]

جب کہ ڈاکٹر پیٹر ہارڈی حضرت مجددؒ کے تجدیدی کارناموں اور اصلاحِ احوال کے میدان میں ان کی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''شیخ احمد سرہندی کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ انھوں نے ہندوستان میں اسلام کو خود تصوف کے ذریعے متصوفانہ انتہاپسندی سے نجات دلائی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جس نظریے کی انھوں نے تردید کی اس کے منشا ومفہوم اور قدر و قیمت کا ذاتی طور پر ان کو عمیق ادراک تھا''۔[۳۱]

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارناموں میں سب سے اہم نکتہ احیائے دین وسنت اور ردِّ بدعت ہے۔ آں حضرت ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کو ایک ہزار سال مکمل ہونے پر بعض کج فہم لوگوں نے نئے دین کا جو شوشہ چھوڑا تھا وہ اس قدر تیزی کے ساتھ بدعات کے فروغ اور سنت کے انہدام کا سبب بن رہا تھا کہ حضرت مجدد جیسے شخص کی مساعی اولین ضرورت سمجھی گئیں اور اسی مناسبت سے انھیں مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا گیا۔ ان کی دعوتی واصلاحی مساعی اور احیائے سنت کے باب میں ان کی تحریریں بہ جائے خود ایک کتاب کا موضوع ہیں۔

حواشی و مراجع

۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ کیجیے: حضرت مجدد الف ثانی، مولانا سید زوار حسین شاہؒ، ادارہ مجددیہ، کراچی۔

۲۔ علامہ ابوالفضل، آئین اکبری، ترجمہ مولوی محمد فدا علی طالب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۷ء، ج ۲، ۳۴۶، نمبر ۱۰

۳۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۰، نمبر ۵۳

۴۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۴، نمبر ۸۵

۵۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۶، نمبر ۱۰۳

۶۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۶، نمبر ۱۰۶

۷۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۶، نمبر ۱۰۷

۸۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۷، نمبر ۱۱۱

۹۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۵۹، نمبر ۱۳۲

۱۰۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۰، نمبر ۱۳۴

۱۱۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۱، نمبر ۱۴۲

۱۲۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۱، نمبر ۱۴۳

۱۳۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۱، نمبر ۱۴۴

۱۴۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۲، نمبر ۱۵۰

۱۵۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۳، نمبر ۱۵۸

۱۶۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۵، نمبر ۱۷۲

۱۷۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۶، نمبر ۱۸۳

۱۸۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۶۶، نمبر ۱۸۴

۱۹۔ حوالہ بالا، ج ۲، ۳۷۰، نمبر ۲۰۴

۲۰۔ دفتر اول: مکتوب ۶۵، ص ۲۰۵، (دفتر اول، جلد اول) ترجمہ مولانا سید زوار حسین

شاہؒ، ادارۂ مجددیہ، کراچی، ۱۹۹۵ء۔ راقم کے اس مضمون میں مکتوبات حضرت مجددیہ کی تمام عبارتیں اسی نسخے سے ماخوذ ہیں۔

۲۱۔ حوالہ بالا، مکتوب ۴۷، ص ۱۷۲ (دفتر اول، جلد اول)

۲۲۔ دفتر دوم، مکتوب ۲۳، ص ۸۱

۲۳۔ حوالہ بالا، مکتوب ۱۹، ص ۷۰

۲۴۔ دفتر اول، مکتوب ۱۸۶، ص ۴۰ (دفتر اول، جلد دوم)

۲۵۔ حوالہ بالا، مکتوب ۲۶۰، ص ۲۳۶، (دفتر اول، جلد دوم)

۲۶۔ دفتر سوم، مکتوب ۲۷، ص ۲۰۴

۲۷۔ دفتر اول: مکتوب ۲۸۸، ص ۳۹۳، ۳۹۶ (دفتر اول، جلد دوم)

۲۸۔ دفتر سوم، مکتوب ۴۱، ص ۱۳۷

۲۹۔ دفتر اول: مکتوب ۴۸، ص ۱۷۵ (دفتر اول، جلد اول)

30. Dr. Freeland Abbot. "Islam in India Before Shah Waliullah" Studies In Islam. New Delhi, April, 1969

31. Wm. Theodre de Bary: Sources of Indian Traditions, New York, 1956, pp.449

☆☆☆

پاکستان میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:

جناب سجاد الٰہی صاحب، 27-A، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور

Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (0)7280916

Email: Sammaradnan<talluadnan@yahoo.com>